# دنیا کے معزز ترین انسان
# محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفة المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

# دنیا کے معزز ترین انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ ۲۶ ؍دسمبر ۱۹۴۹ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد فرمایا:۔

''ہماری موجودہ مثال اُن کمزور پرندوں کی سی ہے جو دریا کے کسی خشک حصہ میں ستانے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں اور شکاری جو اُن کی تاک میں لگا ہوا ہوتا ہے اُن پر فائر کر دیتا ہے اور وہ پرندے وہاں سے اُڑ کر ایک دوسری جگہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہم بھی آرام سے اور اطمینان سے دنیا کی چالاکیوں اور ہوشیاریوں اور فریبوں سے بالکل غافل ہو کر (کیونکہ مومن چونکہ خود چالاک اور فریبی نہیں ہوتا وہ دوسروں کی چالاکیوں اور فریبوں کا بھی اندازہ نہیں لگا سکتا) اپنے آرام گاہ میں اطمینان اور آرام سے بیٹھے تھے اور ارادہ کر رہے تھے کہ ہم میں سے کوئی اُڑ کر امریکہ جائے گا، کوئی انگلستان جائے گا، کوئی جاپان جائے گا اور دین اسلام کی اشاعت ان جگہوں میں کرے گا لیکن چالاک شکاری اِس تاک میں تھا کہ وہ ان غافل اور سادہ لوح پرندوں پر فائر کرے چنانچہ اُس نے فائر کیا اور چاہا کہ وہ ہمیں منتشر کر دے مگر ہماری جماعت جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں پرندہ ہی قرار دیا گیا ہے اپنے اندر ایک اجتماعی روح رکھتی تھی۔

پرندے دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک پرندے وہ ہوتے ہیں جو اجتماعی روح اپنے اندر نہیں رکھتے اور ایک پرندے وہ ہوتے ہیں جو اجتماعی روح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی تمہیں چند فاختائیں بھی اکٹھی بیٹھی ہوئی نظر آ جائیں گی، کبھی کبھی تمہیں چند چڑیاں بھی اکٹھی بیٹھی ہوئی نظر آ جائیں گی مگر جب تم اُن پر فائر کرو گے تو ان میں سے کوئی مشرق کی طرف بھاگ جائے

گی، کوئی مغرب کی طرف بھاگ جائے گی، کوئی شمال کی طرف بھاگ جائے گی، کوئی جنوب کی طرف بھاگ جائے گی اور کوئی ان کے درمیانی کونوں کی طرف بھاگ جائے گی اور اس فائر کے بعد صاف پتہ لگ جائے گا کہ ان کا اتحاد عارضی تھا، اُن کا اکٹھا ہونا ایک اتفاقی امر تھا مگر جب تم مثلاً مرغابی پر فائر کرتے ہو یا مثلاً قاز[1] پر فائر کرتے ہو تو اس وقت ان کے اُٹھتے وقت تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی پراگندہ ہونے لگے ہیں مگر تھوڑی سی پرواز کے بعد تھوڑے سے انتشار اور پراگندگی کے بعد تم دیکھو گے کہ وہ پھر دائیں اور بائیں سے اکٹھے ہو کر دوبارہ ایک جگہ پر آ کر بیٹھ جائیں گے۔

مشرقی پنجاب سے بہت سی قومیں، بہت سے گاؤں نکلے، بہت سے شہر نکلے، بہت سے علاقے نکلے لیکن اُنہوں نے اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ وہ قومی روح اپنے اندر نہیں رکھتے تھے، وہ پراگندہ ہو گئے، وہ پھیل گئے، وہ منتشر ہو گئے یہاں تک کہ بعض جگہ پر بھائی کو بھائی کا، باپ کو بیٹے کا اور ماں کو اپنی لڑکی کا بھی حال معلوم نہیں۔ صرف وہ چھوٹی سی قوم، وہ تھوڑے سے افراد جو دشمن کے تیروں کا ہمیشہ سے نشانہ بنتے چلے آئے ہیں اور جن کے متعلق کہنے والے کہتے تھے کہ دشمن کے حملہ کا ایک ریلا آنے دو پھر دیکھو گے کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے جونہی حملہ ہوا یہ لوگ متفرق ہو جائیں گے، منتشر اور پراگندہ ہو جائیں گے وہی ہیں جو آج ایک مرکز پر جمع ہیں۔ وہ کثیر التعداد آدمی جو وہاں سے نکلے تھے وہ پھیل گئے، وہ بکھر گئے، وہ پراگندہ ہو گئے مگر وہ چھوٹی سی جماعت جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ایک معمولی سا ریلا بھی آیا تو یہ ہمیشہ کے لئے منتشر ہو جائے گی وہ مرغابیوں کی طرح اُٹھی تھوڑی دیر کے لئے اِدھر اُدھر اُڑی مگر پھر جمع ہوئی اور ربوہ میں آ کر بیٹھ گئی۔ چنانچہ جو نظارہ آج تم دیکھ رہے ہو یہ خواہ اتنا شاندار نہیں جتنا قادیان میں ہوا کرتا تھا کیونکہ ابھی ہماری پریشانی کا زمانہ ختم نہیں ہوا لیکن اور کونسی قوم ہے جس کی حالت تمہارے جیسی ہے۔ اور کونسی جماعت ہے جو آج اس طرح پھر جمع ہو کر ایک مقام پر بیٹھ گئی ہے۔ یقیناً اور کوئی قوم ایسی نہیں۔ پس تمہارے اس فعل نے بتا دیا کہ تمہارے اندر ایک حد تک قومی روح ضرور سرایت کر چکی ہے۔ تم اُڑے بھی، تم پراگندہ بھی ہوئے، تم منتشر بھی ہوئے مگر پھر جو تمہاری جبلّت ہے، جو تمہاری طینت ہے، جو چیز تمہاری فطرت بن چکی ہے کہ تم ایک قوم بن کر

رہتے ہو اور ایک آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہو یہ فطرت تمہاری ظاہر ہو گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت تمہیں ہمیشہ کے لئے پراگندہ نہیں کر سکتی۔ بے شک ابھی یہ ایک بیج ہے جو دکھائی دے رہا ہے مگر یہ بیج بڑی برکت کی نشانی ہے، بڑی رحمت کی نشانی ہے اور آئندہ کے لئے بڑی امیدیں دلانے والی چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ چیز اچھی بھی ہے، بہتر بھی ہے بلکہ ہمارے لئے فخر کا موجب بھی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ہماری پیدا کردہ نہیں بلکہ ہمارے خدا ہی کی پیدا کردہ ہے اور ہم اس خوبی میں جو ہمارے اندر لوگوں کو نظر آتی ہے اپنے خدا ہی کا ہاتھ دیکھتے ہیں۔

ایک خوبصورت حسینہ جس کی شادی کی جاتی ہے اُس کا خاوند اس کے نقش و نگار اور اُس کی زینت دیکھ کر اُس پر لٹو ہو جاتا ہے مگر اُسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس زینت کے پیچھے مشاطہ[۲] کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو اُس کی بیوی بھی ایسی خوبصورت معلوم نہ ہوتی۔ اور جہاں مشاطائیں نہیں ہوتیں وہاں گھر کی رشتہ دار عورتیں اُسے سجاتی ہیں۔ ہم بھی ایک دلہن کی طرح نکھر کر دنیا کے سامنے آئے ہیں مگر ہمارے چہرے کا رنگ و روغن اور ہمارا نکھار بتا رہا ہے کہ یہ حسن ہمارا نہیں بلکہ ہمارے خدا یعنی ازلی مشاطہ کا بنایا ہوا حسن ہے اس لئے ہم اُسی کے حضور میں ادب کے ساتھ اپنا سر جھکاتے اور اُس سے کہتے ہیں اے مہربان آقا! جس نے ہم کو انتشار کے بعد پھر جمع کیا، جس نے پریشانی کے بعد ہمیں پھر امن کا راستہ دکھایا اور جس نے آئندہ کے لئے ہمیں بہت سی امیدیں دلائیں اگر تیرے علم میں ہمارے لئے کوئی اَور ابتلاء بھی مقدر ہیں تو ہم تجھ سے امید رکھتے ہیں کہ تو پھر بھی ہم کو پراگندہ نہیں ہونے دے گا بلکہ اپنے خاص فضل اور مہربانی سے ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اور ہماری خطاؤں کو معاف فرماتے ہوئے پھر ہم کو اکٹھا کر دے گا۔ پھر ہم کو جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے گا اور اُس وقت تک ہمارے ارادوں کو متزلزل نہیں ہونے دے گا جب تک کہ ہم اسلام کو تمام دنیا میں قائم نہ کر دیں۔ ہمیں یہ امیدیں تیرے فضل نے دلائی ہیں اور ہماری اُمنگیں تیری رحمت کا ہی نتیجہ ہیں پس اے آقا! ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تو ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کر کے ہم میں وہ قومی روح پیدا فرما جو دنیا کی فتح کے لئے ضروری ہے۔ اور ہم میں وہ یگانگت اور اتحاد پیدا فرما

جو دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اور ہمارے لئے ایسے سامان پیدا فرما کہ ہم دنیا میں ہر مشکل اور مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہا کریں اور ہمیشہ ایک جھنڈے کے نیچے جمع رہا کریں تا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کو ہم دنیا میں پھیلا سکیں اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو اِس دنیا کے چپہ چپہ پر قائم کرسکیں اور وہ محسن ترین وجود جو آج مظلوم ترین وجود بنا ہوا ہے اس کی شان اور عظمت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرسکیں۔

مجھے اِس وقت یاد آ گیا، ایک واقعہ تھا جس کا اِس بات کے کہتے کہتے میری آنکھوں کے سامنے نقشہ کھنچ گیا۔ ایک جنگ کے موقع پر انصار اور مہاجرین میں جھگڑا ہو گیا۔ نوجوان ایسے موقع پر غلطیاں کر ہی بیٹھتے ہیں کسی نوجوان نے طعنہ دے دیا کہ ارے مہاجرو! تم اپنے گھروں سے نکالے ہوئے آئے اور ہم نے تمہیں پناہ دی۔ اِس پر مہاجرین بھی جوش میں آ گئے اور اُنہوں نے کہا ہم وہ ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے اسلام کی شناخت کی توفیق بخشی تم ہمارا کہاں مقابلہ کر سکتے ہو۔ بات بڑھتی چلی گئی جھگڑا طول پکڑتا چلا گیا اور آخر ایسی صورت اختیار کر گیا کہ یکے بعد دیگرے اس میں دوسرے انصار اور مہاجر بھی شریک ہو گئے اور یوں معلوم ہونے لگا جیسے آج مہاجر اور انصار آپس میں لڑ ہی پڑیں گے۔ اُس وقت عبداللہ بن ابی ابن سلول دیرینہ منافق جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے مدینہ کی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا تھا بلکہ بعض روایتوں کے مطابق اس کے لئے تاج بھی بنایا جا رہا تھا اور فیصلہ کیا جا چکا تھا کہ اُسے تاج پہنا کر بادشاہ بنا دیا جائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی وجہ سے اُس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے اور وہ دل ہی دل میں بُغض و کینہ کی آگ میں ہر وقت جلنے لگا۔ جب اُس نے دیکھا کہ اِس طرح انصار اور مہاجر آپس میں لڑ رہے ہیں تو اُس نے سمجھا کہ یہ انصار کو بھڑکانے کا ایک اچھا موقع ہے وہ آگے بڑھا اور اُس نے کہا اے انصار! یہ تمہاری ہی غلطیوں کا نتیجہ ہے کہ تم اِن لوگوں کے منہ سے ایسی باتیں سن رہے ہو۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم ایسا قدم مت اُٹھاؤ مگر تم نہ مانے اب شکر ہے کہ میری بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے۔ تم ذرا ٹھہرو اور مجھے مدینہ پہنچ لینے دو پھر دیکھو گے کہ مدینہ کا سب سے زیادہ معزز شخص یعنی وہ کم بخت (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) مدینہ کے سب

سے زیادہ ذلیل آدمی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں سے نکال دے گا اور یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے دُور ہو جائے گا۔[۳] عبداللہ کا بیٹا مومن تھا وہ ایک سچا مسلمان تھا جب اُس نے اپنے باپ کی یہ بات سنی تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ میرے باپ نے جو بات کہی ہے اُس کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں ہوسکتی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ یہی سزا اُسے دیں گے لیکن میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اگر کسی اَور مسلمان کو آپ نے کہا اور اُس نے میرے باپ کو قتل کر دیا اور پھر کوئی کمزوری کا وقت مجھ پر آ گیا اور وہ مسلمان میرے سامنے آیا تو ممکن ہے میرے دل میں خیال آ جائے کہ یہ میرے باپ کا قاتل ہے اور میں جوش میں آ کر اُس پر حملہ کر بیٹھوں اور اِس طرح بے ایمان ہو جاؤں ۔یَا رَسُوْلَ اللّٰہ میری درخواست یہ ہے کہ آپ مجھے ہی یہ حکم دیجئے کہ میں اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں تا کہ کسی مسلمان کا کینہ میرے دل میں پیدا نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ ہم تمہارے باپ کو قتل کریں۔ اُس نے بات کی اور اپنے اندرونہ کو ظاہر کر دیا۔[۴] ہماری طرف سے اس پر کوئی گرفت نہیں ۔

اب بظاہر بات ختم ہوگئی اور وہ آئی گئی ہوگئی ۔ انصار اور مہاجر آپس میں پھر بغلگیر ہو گئے ۔ عبداللہ بن ابی بن سلول پھر ذلیل اور شرمندہ ہو کر اپنے خیمہ میں جا گھسا۔ پھر انصار اور مہاجرین میں بھائیوں بھائیوں کا سا نظارہ نظر آنے لگا۔ پھر ان میں محبت اور پیار کی باتیں ہونے لگیں، پھر لوگوں نے یہ نمونہ دیکھا کہ ایک بد بخت انسان نے نہایت ہی گندے الفاظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے انتہائی فراخ دلی سے معاف فرما دیا۔ پھر لشکر نے اپنا کام شروع کر دیا اور جب وہ اپنا کام پورا کر چکا تو مدینہ کی طرف واپسی شروع ہوگئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھول گئے کہ عبداللہ نے کیا کہا تھا، عبداللہ بھی بھول گیا کہ اس کمبخت نے کیا کہا تھا، مہاجر بھول گئے کہ وہ انصار سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے تھے اور انصار بھی بھول گئے کہ وہ مہاجرین سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے تھے لیکن ایک دل تھا جس کی آگ بھڑک رہی تھی، جس کے شعلے دَبنے میں نہیں آتے تھے اور جو سر سے پاؤں تک جلا جا رہا تھا اِس وجہ سے کہ اُس کے آقا اور اُس کے سردار کو

ایک شخص نے کہ (نَعُوْذُ بِاللّٰہ) وہ ذلیل ترین وجود ہے مدینہ کا۔ اور جانتے ہو وہ کون شخص تھا؟ وہ اسی عبداللہ کا اپنا بیٹا تھا غیر اس کی بات بھول گئے، رشتہ دار اس کی بات بھول گئے، دوست اس کی بات بھول گئے، دشمن اس کی بات بھول گئے لیکن اُس کا بیٹا اِس بات کو نہیں بھولا اور بغیر اس واقعہ کے اسے اور کسی چیز کا خیال تک نہیں آیا۔ جس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سواری مدینہ منورہ میں داخل ہو چکی اور اسلامی لشکر اندر داخل ہونے لگا تو وہ لڑکا اپنی سواری سے کود کر گلی کے کنارے پر کھڑا ہو گیا اور جب اپنے باپ عبداللہ بن اُبی کو دیکھا تو اُس نے تلوار نکال کر اپنے باپ سے کہا تمہیں یاد ہے تم نے وہاں کیا الفاظ کہے تھے؟ تم نے کہا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل انسان ہے اور تم سب سے معزز انسان ہو۔ خدا کی قسم! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تم کو معاف کر دیا لیکن میں تمہیں معاف نہیں کروں گا اور تمہیں اُس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تم تین دفعہ میرے سامنے یہ اقرار نہ کرو کہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ معزز انسان ہیں۔ باپ نے دیکھ لیا کہ آج اس بیٹے کی تلوار میرے پیٹ میں جائے بغیر نہیں رہے گی، آج اس کی تلوار میرے دل کو چیرے بغیر نہیں رہے گی، اس نے اپنے سارے ہم نشینوں اور ہم مجلسوں کے سامنے جن میں وہ اپنی بادشاہت کی لافیں مارا کرتا تھا اقرار کیا کہ ہاں میں مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل شخص ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ معزز انسان ہیں۔[۵]

مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا اور میں نے کہا خدا کی رحمتیں ہوں عبداللہ کے بیٹے پر کہ اُس نے اس طعنہ کو نہیں بھلایا اور تب تک اُس نے آرام نہیں کیا جب تک اپنے باپ کے منہ سے اُس نے یہ نہ کہلوا لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سب سے زیادہ معزز وجود ہیں اور اس کا باپ سب سے زیادہ ذلیل آدمی ہے۔ مگر خدا رحم کرے ہم پر بھی جن کے سامنے دنیا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اتنی گالیاں دی ہیں کہ کسی ذلیل ترین انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی گئیں، کسی کمینہ ترین انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی گئیں، کسی شیطان کے مثیل انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی گئیں مگر ہم آرام سے بیٹھے ہیں۔ ہمارے دلوں میں یہ جوش پیدا نہیں ہوتا کہ ہم

وہ بات غیر کے منہ سے کہلوا سکیں جو عبداللہ کے بیٹے نے عبداللہ کے منہ سے کہلوائی۔ کس طرح ہم کو چین آ رہا ہے، کس طرح ہمارے دل اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہیں اگر عبداللہ کے بیٹے جتنا ایمان ہی ہمارے دلوں میں ہوتا۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ اس سے بہت زیادہ ایمان ہوتا تو ہمارا فرض تھا کہ ہم اُس وقت تک صبر نہ کرتے جب تک دنیا کو گھٹنے ٹیک کر یہ الفاظ کہنے پر مجبور نہ کر دیتے کہ دنیا کا سب سے زیادہ معزز وجود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے اور اس کا دشمن سب سے زیادہ ذلیل ہے۔ ہم ایک دفعہ پھر یہاں جمع ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کی عنایت اور اُس کی مہربانی سے۔ آؤ ہم سچے دل سے یہ عہد کریں کہ ہم کم سے کم عبداللہ کے بیٹے جتنا ایمان دکھائیں گے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت کا اقرار دنیا سے نہیں کروا لیں گے اُس وقت تک ہم اطمینان اور چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

ایمان کہلاتا تو ہمارا ایمان ہے لیکن حقیقتاً خدا تعالیٰ کے پیدا کئے بغیر پیدا بھی نہیں ہوسکتا اِس لئے آؤ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مہربانی کر کے ہم لوگوں کو جو درحقیقت اُس کے فضلوں کے مستحق نہیں سخت کمزور ہیں اور اعمال میں سست اور غافل ہیں اپنا فضل نازل کر کے وہ ایمان بخشے، وہ غیرت بخشے کہ ہمارے دلوں کی آگ سلگتی چلی جائے، بھڑکتی چلی جائے یہاں تک کہ ہم پورے عزم اور ارادہ کے ساتھ دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اُس وقت تک آرام کا سانس نہ لیں جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت اور آپ کی عظمت کو پھر دنیا میں قائم نہ کر دیں اور وہ ظلم اور بے انصافی جو ہمارے آقا سے ہوتی چلی آ رہی ہے اس کا بدلہ نہ لے لیں۔ مگر وہ بدلہ نہیں جو سروں کو تلوار سے کاٹتا ہے بلکہ وہ بدلہ جو دلوں کو محبت سے بھرتا ہے تاکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا نام پھر روشن ہو اور اللہ تعالیٰ کا جلال ایک دفعہ پھر ظاہر ہو جائے۔ پس آؤ میرے ساتھ دعا کرو۔ دل کے ساتھ، خشیت کے ساتھ، امیدوں کے ساتھ اور اپنے عجز کے اظہار اور کمزوری کے اعتراف کے ساتھ کیونکہ سچی دعا وہی ہوتی ہے جو ایک طرف اپنی کمزوری کا عجز کا اعتراف رکھتی ہے تو دوسری طرف خدا تعالیٰ کی رحمتوں سے اُس میں مایوسی نہیں ہوتی۔

(الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء)

---

۱؎ قاز: ایک آبی پرندہ

۲ مشاطہ: وہ عورت جو عورتوں کو بناؤ سنگھار کرائے۔

۳ سیرت ابن ھشام جلد ۳ صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۴ سیرت ابن ھشام جلد ۳ صفحہ ۳۰۵ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۵ السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء